الرحمت

از

سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ ۔ھُوَ النَّاصِرُ

بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖھَا وَ مُرْسٰھَا [1]

الرحمت

(مضمون برائے اوّل شمارہ اخبار الرحمت ۲۱ رنومبر ۱۹۴۹ء)

''آج سے چھتیس سال پہلے نہایت خطرناک حالات اور بالکل بے بسی اور بیکسی کی صورت میں میں نے الفضل اخبار جاری کیا تھا جو پہلے ہفتہ وار شروع ہوا اور اب روزانہ اخبار کی صورت میں شائع ہو رہا ہے اور اِس وقت مُلک کے مقتدر پرچوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ تقسیم ہند کے بعد یہ پرچہ ہندوستان سے پاکستان میں آ گیا۔ اپنی مرضی سے نہیں مجبوری سے۔ مُلک کے حالات ہی کچھ ایسے ہوگئے کہ مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کا رہنا اور مغربی پنجاب میں ہندوؤں اور سکھوں کا رہنا قریباً ناممکن ہوگیا۔ یہ حالات یقیناً تکلیف دِہ تھے، تکلیف دِہ ہیں اور تکلیف دِہ رہیں گے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اِن حالات کے پیدا کرنے میں قدرت کی کوئی مصلحت بھی تھی۔ وہ کیا تھی؟ شاید اِس کا بیان ابھی مناسب نہ ہو۔ بہرحال اِن حالات کی وجہ سے علاوہ افراد کے بہت سے ہندو اور سکھ اخبار بھی مغربی پنجاب سے نکل کر مشرقی پنجاب کی طرف منتقل ہوگئے اور بہت سے مسلمانوں کے اخبار مشرقی پنجاب سے نکل کر مغربی پنجاب میں آ گئے۔ جہاں تک اخباروں کا تعلق ہے شاید نقصان ہندوؤں اور سکھوں کا زیادہ ہوا اور مسلمانوں کا کم۔ کیونکہ مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کا ایک ہی مقتدر اخبار الفضل تھا لیکن مغربی پنجاب میں ہندوؤں کے کئی بڑے بڑے پرچے تھے مثلاً ''ٹربیون''، ''پرتاب''، ''ملاپ''، ''اجیت''، ''ویر بھارت''۔

جو پرچے جس مُلک میں گئے لازماً اُن کی ہمدردیاں اُن ممالک سے وابستہ ہوگئیں۔ الفضل گو ایک مذہبی پرچہ تھا لیکن کبھی کبھار اِس میں نیم سیاسی مضامین بھی شائع ہوتے تھے جن میں اپنی دیرینہ پالیسی کے مطابق پوری احتیاط سے کام لیا جاتا تھا اور خیال رکھا جاتا تھا کہ بین الاقوامی منافرت کی کوئی صورت پیدا نہ ہو لیکن ایک پاکستانی اخبار کے جذبات بہرحال پاکستانی ہی ہو سکتے تھے۔ میرے علم میں تو ایسی کوئی بات نہیں مگر ہندوستان کے بعض صوبوں کی حکومتوں نے الفضل کے بعض مضامین کو قابل اعتراض سمجھ کر اس کا داخلہ بند کر دیا اور اب تو قریباً سارے ہندوستان میں ہی سوائے دہلی کے اِس کا داخلہ بند ہے۔ ہندوستانی حکومت کے پاس جب اِس کے متعلق احتجاج کیا گیا تو اُنہوں نے جواب میں لکھا کہ مرکزی حکومت نے الفضل کے خلاف کوئی قدم نہیں اُٹھایا اور براہِ راست اِس کے ماتحت علاقوں میں اس کا داخلہ ممنوع قرار نہیں دیا گیا۔ باقی رہیں صوبہ جاتی حکومتیں سو وہ اِس معاملہ میں آزاد ہیں۔ اگر کسی صوبہ جاتی حکومت نے ایسا کیا ہو تو آپ اُس سے براہِ راست احتجاج کریں۔ الفضل چونکہ ایک مذہبی پرچہ تھا اِس لئے ہندوستان کی جماعتوں کے جذبات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ فیصلہ کیا گیا کہ اِس پرچہ میں سیاسی مضامین کلیتہً ممنوع قرار دیئے جائیں تا کہ کسی غیر گورنمنٹ کو اس پر اعتراض کا موقع نہ ملے لیکن یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی اور باوجود اِس کے کہ الفضل میں سیاسی مضمون چھپنے بند ہوگئے ہندوستان کے مزید صوبوں میں اِس کا داخلہ بند کیا جاتا رہا اور جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے اب قریباً سارے ہندوستان میں اِس کا داخلہ بند ہے۔ جس طرح ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی تھی کہ الفضل کے کونسے مضامین کی وجہ سے اس کا داخلہ ممنوع قرار دیا جانے لگا ہے اِسی طرح ہماری سمجھ میں یہ بات بھی نہیں آئی کہ الفضل میں سیاسی مضامین کے ممنوع ہو جانے کے باوجود اِس کا داخلہ مزید صوبوں میں کیوں بند کیا جاتا رہا۔ مگر بہرحال یہ حکومت اپنے مصالح کو خود سمجھتی ہے اور دوسرے لوگوں کی سمجھ میں خواہ وہ مصالح آئیں یا نہ آئیں ان کے لئے احکامِ حکومت کی پابندی لازمی اور ضروری ہوتی ہے۔ خصوصاً جماعت احمدیہ کے لئے جس کے اصول میں یہ بات داخل ہے کہ جس حکومت کے ماتحت رہو اُس کے احکام کی فرمانبرداری کرو اِس لئے ہم نے مناسب سمجھا کہ بجائے اس کے کہ الفضل کے خلاف جو قدم اُٹھایا گیا ہے

اُس پر پروٹیسٹ کریں اور اُس کے ازالہ کے لئے کوئی جدوجہد کریں ایک نیا اخبار جاری کر دیا جائے جو کلیتہً سیاسیات سے الگ ہوتا کہ ان جماعت ہائے احمدیہ کی تنظیم اور تبلیغ میں کوئی روک پیدا نہ ہو جو ہندوستان میں رہتی ہیں۔ اِس ارادہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہوئے کہ وہ اِس پرچہ کو بابرکت بنائے اور اُن مقاصد کی اشاعت میں کامیاب کرے جن کا ذکر ذیل میں کیا جائے گا۔

میں ’’الرحمت‘‘ کو جاری کرتا ہوں۔ یہ پرچہ خالص مذہبی پرچہ ہوگا اور جہاں اس کی پالیسی یہ ہوگی کہ یہ انصاف اور عدل کے قوانین کے مطابق مختلف مذاہب کے لوگوں میں عقل اور اخلاق کی پیروی کی روح پیدا کرے وہاں اِس کی یہ بھی پالیسی ہوگی کہ وہ سیاسیات سے الگ رہتے ہوئے پاکستان اور ہندوستان کے درمیان ایک بہتر فضا پیدا کرنے کی کوشش کرے۔

ہمیں نہایت ہی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ کئی ہندوستانیوں نے مسٹر گاندھی کے ان اعلانات کو بھلا دیا ہے کہ ہر ہندو اور سکھ اور غیر مسلم کو جو پاکستان میں رہتا ہے پاکستان کا مخلص اور وفادار شہری ہو کر رہنا چاہیے اور کئی مسلمانوں نے قائداعظم کے اُن اعلانات کو بھلا دیا ہے کہ ہر مسلمان کو جو ہندوستان میں رہتا ہے ہندوستانی حکومت کا مخلص اور وفادار شہری ہو کر رہنا چاہیے۔ ان لیڈروں کے منشاء کے خلاف کچھ لوگ ایسے پیدا ہو گئے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ کسی غیر مسلم کو پاکستان میں رہنا ہی نہیں چاہیے۔ اور اگر ایسا ہو تو پھر پاکستان میں رہنے والے غیر مسلم کو دل میں پاکستان سے دشمنی رکھنی چاہیے اور ہندوستان میں رہنے والے مسلمان کو دل میں ہندوستان سے دشمنی رکھنی چاہیے۔ اگر گاندھی جی اور قائداعظم کے بیانات نہ بھی ہوتے تب بھی یہ جذبہ اور رُوح نہایت افسوسناک اور مذہب اور اخلاق کے خلاف تھی مگر اِن دو زبردست ہستیوں کے اعلانات کے خلاف اِس قسم کے جذبے کا پیدا ہونا نہایت ہی تعجب انگیز اور افسوسناک ہے۔ ہندوستان کی موجودہ دو علاقوں میں تقسیم بعض مصلحتوں کے ماتحت ہوئی تھی۔ ان مصلحتوں سے زیادہ کھینچ تان کر اِس مسئلہ کو کوئی اور شکل دینا کسی صورت میں جائز نہیں ہوسکتا۔ جب تقسیم اٹل ہو گئی تھی تو میں نے اُسی وقت یہ اعلان کیا تھا کہ اگر یہ تقسیم ہونی ہی ہے تو پھر کوشش کرنی چاہیے کہ دونوں مُلکوں کے باشندوں کو ایک دوسرے مُلک میں بغیر پاسپورٹ

کے آنے جانے کی اجازت ہو، تجارت پر کسی قسم کی کوئی پابندیاں نہ ہوں لیکن افسوس کہ اُس وقت میری آواز صدا بصحرا ثابت ہوئی اور شاید آج بھی یہ آواز صدا بصحرا ثابت ہوگی۔ اگر میری بات کو مان لیا جاتا تو وہ خون ریزی جو مشرقی پنجاب اور کشمیر میں ہوئی ہے ہرگز نہ ہوتی۔ ہم کُلّی طور پر آزاد بھی ہوتے مگر ہماری حیثیت اُن دو بھائیوں سے مختلف نہ ہوتی جو اپنے والدین کی جائداد تقسیم کر کے اپنے چولہے الگ کر لیتے ہیں۔ وہ یقیناً اپنی اپنی جائداد کے کُلّی طور پر مالک ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے ماتحت نہیں ہوتے، ان کا کھانا پینا بھی الگ الگ ہوتا ہے، ان کی آمدنیں بھی الگ ہوتی ہیں اور ان کے خرچ بھی الگ ہوتے ہیں مگر باوجود اِس کے وہ بھائی بھائی ہوتے ہیں۔ اگر ماں باپ کی جائداد کے تقسیم کرنے سے دو بھائی دشمن نہیں بن جاتے تو ہندوستان کے تقسیم کرنے سے مسلمان اور ہندو کیوں دشمن بن جائیں۔ تقسیم دشمنی نہیں پیدا کرتی تقسیم کے پیچھے کسی غلط روح کا ہونا دشمنی پیدا کرتا ہے۔ میں چاہتا تھا کہ اِس غلط روح کو کچل دیا جائے اور بھائیوں بھائیوں کی طرح مسلمان اور ہندو اپنی آبائی جائداد کی تقسیم کا فیصلہ کریں مگر میری اِس آواز کو اُس وقت نہ سنا گیا۔ میری اِس آواز کو بعد میں بھی نہ سنا گیا۔ پاکستان کے ایک متعصب عنصر نے میرے اِن خیالات کی وجہ سے مجھے پاکستان کا ففتھ کالمسٹ قرار دیا اور اُنہوں نے یہ نہ سوچا کہ میں وہی کہہ رہا ہوں جس کا اعلان بار بار قائداعظم نے کیا تھا۔ صرف فرق یہ تھا کہ قائداعظم نے ایک مجمل اصل بیان کیا تھا اور میں شروع سے ان تفاصیل کو بیان کر رہا تھا جن تفاصیل کے ذریعہ سے ہی قائداعظم کا بیان کردہ اصل عملی صورت اختیار کر سکتا تھا۔ میرے اِن خیالات کی وجہ سے ہندوستان کے احمدیوں کو بھی ہندوستان میں کشتنی اور گردن زدنی سمجھا گیا۔ شاید کسی اور مسلمان فرقہ کو اِس قدر نقصان ہندوستان میں نہیں پہنچا جس قدر کہ احمدی جماعت کو پہنچا ہے اور اِس کی وجہ صرف یہ تھی کہ ان کا امام گاندھی جی کے بیان کردہ اصل کی ترجمانی کے صحیح طریق ان کے سامنے پیش کر رہا تھا۔ ہم نے ایک سچائی کے لئے دونوں مُلکوں میں تکلیف اُٹھائی اور شاید دونوں مُلکوں کے متعصب لوگوں کے ہاتھوں سے آئندہ بھی ہم دونوں مُلکوں میں تکلیف اُٹھائیں گے لیکن ہم اس دائمی سچائی کو جو قرآن کریم میں بار بار بیان کی گئی ہے کبھی نہیں چھوڑ سکتے کہ جو شخص جس حکومت میں رہتا ہے وہ اُس کا فرمانبردار رہے

اور اُس کے ساتھ پوری طرح تعاون کرے۔ اور اگر کسی وقت وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ اپنے مذہب اور اخلاق کو قائم رکھتے ہوئے اُس مُلک میں رہ نہیں سکتا تو اُس مُلک سے ہجرت کر جائے۔ اگر اُس مُلک کی حکومت اُس کو ہجرت بھی نہ کرنے دے تو پھر وہ آزاد ہے کہ خدا تعالیٰ نے اُسے جو بھی ذریعہ بخشا ہوا اُسے کام میں لاتے ہوئے اپنی آزادی کی جدوجہد کرے۔ جب کانگرس گورنمنٹ کے خلاف کھڑی ہوئی تھی تو انہی اصول کی وجہ سے میں نے کانگرس کی مخالفت کی تھی ورنہ میں کانگرس کا دشمن نہیں تھا نہ مُلک کی آزادی کا دشمن تھا۔ کانگرس کے کئی لیڈر میرے واقف تھے اور بعض دوست بھی اور وہ مختلف اوقات میں مجھ سے تبادلۂ خیالات کرتے رہتے تھے وہ جانتے تھے اور جانتے ہیں کہ میں مُلک کی آزادی کا اُن سے کم حامی نہیں تھا۔ مجھے ان سے اختلاف صرف اُس طریقۂ کار کے متعلق تھا جو میرے نزدیک مُلکی حکومت کے بن جانے پر بھی تفرقہ کو بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ جو کچھ میں نے اُس وقت کہا تھا آج پاکستان اور ہندوستان میں لفظاً لفظاً صحیح ثابت ہو رہا ہے۔ حکومت کے بائیکاٹ کے اعلانات کئے جارہے ہیں، سٹرائیکیں کی جارہی ہیں اور مُلک میں رہتے ہوئے انتشار اور اختلاف کے سامان پیدا کئے جارہے ہیں۔ میں جو انگریز کے زمانہ میں انگریز کے خلاف ایسی باتوں کی اجازت نہیں دیتا تھا یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ خود مُلکی حکومتوں کے قائم ہو جانے کے بعد پاکستان یا ہندوستان میں میں ایسی باتوں کی اجازت دے دیتا۔ چنانچہ ہر ایسے موقع پر جو پاکستان یا ہندوستان میں پیدا ہوا میں نے اپنی جماعت کو یہی حکم دیا کہ وہ حکومت وقت کی پورے طور پر وفاداری کریں اور جو ذمہ داریاں حکومت کی طرف سے شہریوں پر عائد کی جائیں ان ذمہ داریوں کو دیانتداری سے ادا کریں۔ یقیناً یہ تعلیم پاکستانی اور ہندوستانی حکومتوں کی نظر میں ایک نعمت غیر مترقبہ سمجھی جانی چاہیے تھی مگر افسوس کہ ہندوستان میں ایسا نہیں کیا گیا اور بعض صوبہ جاتی حکومتوں نے اِس قیمتی خزانے کی قدر نہیں کی جو احمدیہ جماعت کی صورت میں اُن کے مُلک کو حاصل ہوا تھا۔

احمدی جماعت ہر مُلک کے لئے ایک قیمتی جوہر ہے۔ وہ وفاداری اور اخلاص کے ساتھ اپنے مُلک کی حکومت کے ساتھ تعاون کرتی ہے اور کرتی رہے گی۔ وہ انصاف اور عدل کے لئے قربانی کرنے والی جماعت ہے مگر حکومت کے ساتھ عدمِ تعاون اِس کے اصولوں کے خلاف

ہے۔ وہ عدل اور انصاف کو عدل اور انصاف کے ذریعوں سے ہی حاصل کرنا چاہتی ہے۔ وہ عدل اور انصاف کے حاصل کرنے کے لئے غیر منصفانہ اور غیر عادلانہ ذرائع کے اختیار کرنے کو جائز قرار نہیں دیتی۔ ہر سمجھدار انسان اِس جماعت کو سر اور آنکھوں پر بٹھائے گا۔ ہر سمجھدار حکومت ایسی جماعت کو قدر اور عزت کی نگاہوں سے دیکھے گی۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ اگر اِس سے پہلے نہیں تو آئندہ ہندوستان کی مختلف صوبائی حکومتیں اور مرکزی حکومت ان احمدی تعلیمات کو مدنظر رکھ کو جو میں نے اوپر بیان کی ہیں احمدیوں کے متعلق اپنے رویہ کو تبدیل کرے گی۔

مجھ سے بعض ہندوستانی جو اِدھر آتے رہتے ہیں اُنہوں نے بعض دفعہ ان امور پر تبادلۂ خیالات کیا ہے اور بعض سے سوالات کیے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ہمارے نقطۂ نگاہ کو پورے طور پر نہیں سمجھا۔ مثلاً یہ کہ اگر آپ ہندوستان کے احمدیوں کو ہندوستان کی وفاداری کی تعلیم دیتے ہیں تو کیا پاکستان کے احمدی کشمیر کے معاملہ میں پاکستان حکومت کا ساتھ نہیں دیں گے؟ میری اوپر کی تشریح کے بعد یہ سوال کیسا مضحکہ خیز معلوم ہوتا ہے۔ جو کچھ میں نے اوپر بیان کیا ہے اُس کا تو یہ مطلب ہے کہ ہمارے نزدیک قرآن کریم کی یہ تعلیم ہے کہ جو شخص جس حکومت میں رہے وہ اُس کا فرمانبردار رہے اور اُس کے ساتھ تعاون کرے۔ اِس تعلیم کا یہ مطلب ہے کہ ہر پاکستان میں رہنے والا احمدی اپنی حکومت کا پوری طرح فرمانبردار ہوگا اور اُس کے مقاصد اور مفاد میں پوری طرح تعاون کرے گا۔ اور ہندوستان میں رہنے والا ہر احمدی حکومت ہندوستان کا پوری طرح فرمانبردار ہوگا اور اُس کے مقاصد اور مفاد میں اُس سے پوری طرح تعاون کرے گا۔ اتنی واضح تعلیم کے بعد اِس قسم کا شُبہ پیدا ہی کس طرح ہوسکتا ہے۔ یہ سوال تو بے شک کیا جا سکتا تھا کہ کیا ہندوستان میں رہنے والا احمدی اپنی حکومت کے ساتھ پوری طرح تعاون کرے گا؟ اِس کا جواب یقیناً میں یہ دیتا کہ ہاں کرے گا لیکن ہر حکومت کی وفاداری کی تعلیم سن کر یہ کہنا کہ کیا پاکستان میں رہنے والا احمدی پاکستان کی حکومت سے بغاوت کرے گا؟ بالکل احمقانہ اور جاہلانہ سوال ہے۔ اوپر کی بیان کردہ تعلیم کا یہ لازمی نتیجہ ہے کہ پاکستان میں رہنے والا ہر احمدی حکومت پاکستان کی پوری فرمانبرداری کرے گا اور اُس کے تمام مقاصد اور مفاد میں اُس کے ساتھ تعاون کرے گا۔ اگر پاکستان ہم سے یہ مطالبہ کرے

کہ ہم ہندوستان کے احمدیوں کو ہندوستان سے بغاوت کی تعلیم دیں تو ہم ایسا کبھی نہیں کریں گے اور اگر ہندوستان کی حکومت ہم سے یہ مطالبہ کرے کہ ہندوستان میں رہنے والے احمدیوں کو امن سے رہنے دینے کی قیمت ہمیں یوں ادا کرنی چاہیے کہ پاکستان کے احمدی پاکستان کی حکومت سے غداری کریں یا اس سے عدمِ تعاون کریں تو ہم ایسا کبھی نہیں کریں گے۔

ہمارا مذہب یہ کہتا ہے کہ جس حکومت میں رہو اس کے فرمانبردار رہو۔ پس جو ہندوستان میں رہتے ہیں ہم اُن کو یہی کہیں گے کہ ہندوستان کی حکومت کی فرمانبرداری کرو اور جو پاکستان میں رہتے ہیں ہم اُن کو یہی کہیں گے کہ پاکستان کی حکومت کی فرمانبرداری کرو اور یہی تعلیم ہماری انڈونیشیا، عرب، یونائیٹڈ سٹیٹس آف امریکہ، انگلستان، فرانس، جرمنی، ہالینڈ، سوئٹزرلینڈ، ایبے سینیا، مصر اور دیگر حکومتوں کے ماتحت رہنے والے احمدیوں کو ہوگی۔ کسی کی سمجھ میں ہماری بات آئے یا نہ آئے ہماری سمجھ میں بھی یہ بات نہیں آتی کہ ہمارے بیان کردہ اصولوں کے بغیر دنیا میں امن قائم کس طرح رہ سکتا ہے؟ اگر ہندوستانی اپنے سے ہمدردی رکھنے والے لوگوں کو یہ تعلیم دیں کہ وہ جہاں کہیں جائیں ہندوستان کے ایجنٹ بن کر رہیں تو دوسری قومیں ان کو برداشت کس طرح کریں گی؟ اور اگر پاکستانی اپنی رعایا یا اپنے سے ہمدردی رکھنے والے لوگوں کو یہ تعلیم دیں تو اِسی سلوک کی اُن کو بھی امید رکھنی چاہیے۔ ہر سیاسی حکومت کو اپنے باشندوں کو یہی حکم دینا ہوگا کہ تم اپنی حکومت کے فرمانبردار رہو اور اگر باہر جاؤ تو عارضی طور پر اُس حکومت کے قوانین کی پیروی کرو۔ اور ایک مذہبی گروپ کو اپنے افراد کو یہی تعلیم دینی ہوگی کہ تم جس مُلک کے باشندے ہو اُس مُلک کے وفادار ہو۔ پس یہ اخبار اِسی پالیسی کے ماتحت ہر مُلک کے احمدیوں کو یہ تعلیم دے گا کہ وہ اپنی اپنی حکومت کے فرمانبردار اور مطیع رہیں اور اُس کے ساتھ سچا تعاون کریں۔

(۲) اِس وقت سب سے بڑی مصیبت دنیا پر یہ آئی ہوئی ہے کہ حکومتیں اپنے آپ کو اخلاقی نظام سے باہر سمجھتی ہیں۔ اخلاقی نظام کی پابندی صرف افراد کے لئے ضروری سمجھی جاتی ہے۔ اِس کے نتیجہ میں بہت سے فساد اور خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ الرحمت اِس مسئلہ کو بار بار سامنے لائے گا اور اپنی اِس کمزور آواز کو بلند سے بلند کرتا چلا جائے گا کہ حکومتیں اور افراد دونوں

ہی اخلاقی ذمہ داریوں کو اپنے اوپر حاکم تصور کریں اور اپنے آپ کو اخلاقی حکومت سے بالا خیال نہ کریں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ سچائی، دیانت اور عدل کے قوانین کو اگر پوری طرح مدنظر رکھا جائے تو بہت سی مشکلات جو اِس وقت نا قابل حل معلوم ہوتی ہیں آسانی سے حل ہوسکتی ہیں۔ ہر قوم کو دوسری قوم کا حق دینا چاہیے اور ایک مُلک میں رہنے والی سب قوموں کو آپس میں بھائی بھائی بن کر رہنا چاہیے۔ سیاسی اختلافات کی بنیاد مُلک کی ترقی پر رکھنی چاہیے نہ کہ قوموں کے اندر اختلاف اور انشقاق پیدا کرنے پر۔ ہماری یہ کوشش ہوگی کہ ہم سب سے پہلے جماعت احمدیہ کو اس کے اخلاقی فرائض کی طرف توجہ دلائیں جس میں اُن کے مذہبی پیشواؤں نے ہم سے اتفاق کیا ہے اور اُن کو اپنے پیشواؤں کی سچی پیروی کی ہدایت کریں۔

(۳) اِس وقت ایک عظیم الشان حادثہ کی وجہ سے مسلمانوں میں انتشار پیدا ہو رہا ہے اور وہ حیران ہیں کہ اِنہیں کیا کرنا چاہیے؟ اِس اثر سے احمدی جماعت بھی آزاد نہیں۔ ہمارے نزدیک اِس انتشار کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ مُلک کی تقسیم کے بعد بھی مسلمان ہندوستان میں آزادی سے رہ سکتا ہے اگر وہ عقل سے کام لے۔ سیاسی پہلوؤں کو نظر انداز کرتے ہوئے ہم مذہبی اور اخلاقی پہلو جماعت اور دوسرے مسلمانوں کے سامنے رکھتے رہیں گے جن کی روشنی میں وہ ہندوستان کی حکومت کا ایک مفید جزو بن سکیں اور ہندوستان میں امن اور عزت کی زندگی بسر کر سکیں۔ ہم ایسی ہی خدمت اُن ہندوؤں اور سکھوں کی بھی کرنے کے لئے تیار رہیں گے جنہوں نے پاکستان میں رہنے کا فیصلہ کیا ہوا ہے یا جو آئندہ ایسا فیصلہ کریں۔

غرض اِس پرچہ کی بنیاد مذہب اور اخلاق پر ہوگی اور صلح اور آشتی پر ہوگی۔ یہ پرچہ سیاسیات سے الگ رہے گا۔ اختلافات کو بڑھائے گا نہیں کم کرنے کی کوشش کرے گا۔ جہاں تک عوامی تعلقات کا سوال ہے یہ پاکستان اور ہندوستان کے عوام کے جوش میں آئے ہوئے جذبات کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرے گا اور ہر غداری کی روح کو خواہ وہ پاکستان میں سر اُٹھائے یا ہندوستان میں سر اُٹھائے دبانے کی کوشش کرے گا بلکہ صرف ہندوستان اور پاکستان میں ہی نہیں دنیا کے ہر گوشہ کے لوگوں کیلئے ''الرحمت'' رحمت کا نشان بننے کی سعی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اِس ارادہ میں پورا اُترنے کی توفیق دے اور اِس رستہ کی مشکلات کا مقابلہ کرنے کی ہمت

بخشے اور اپنی مدد اور نصرت سے سچائی، عدل اور انصاف کے غلبہ کے سامان مہیا کرے۔

میں پھر اُسی آیت کو دُہراتے ہوئے جس کو میں اوپر لکھ چکا ہوں اِس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَ مُرْسٰىهَا[1] یعنی اے خدا! میں اِس کمزور کشتی کو ایک متلاطم سمندر میں پھینکتا ہوں تیرا ہی نام لیتے ہوئے اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہوئے۔ تو اپنے فضل سے اِس متلاطم سمندر میں اِس کشتی کو آرام سے چلنے میں مدد دے اور اپنی حفاظت میں اِس کے منزلِ مقصود پر پہنچنے کے سامان پیدا فرما۔ آمین

(اخبار الرحمت ۲۱ رنومبر ۱۹۴۹ء)

---

[1] هود: ۴۲